لیونی

از قلم: عتیقہ فیض

لیونی

خوف و دہشت سے بھرپور ایک لڑکی
کی داستان جو دنیا والوں کی نظروں میں
سب سے مظلوم تھی مگر حقیقت میں
قاتل نکلی -------- بھید و اسرار سے
بھرپور مصنفہ عتیقہ فیض کا مختصر ناول

کمپوزنگ: رانا محمد عظیم رضوی
پیشکش: راجپوت میڈیا سروس
فہیم ناول و ڈائجسٹ

یااللہ عزّوجل

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

معزز ممبران: آپ کا واٹس گروپ ایڈ من آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ درج ذیل نکات کو توجہ سے پڑھ لیں۔

۱۔ گروپ میں صرف PDF فائل ارسال کی جاتی ہیں۔ لہٰذا کتب کے متعلق اپنے تجزیہ وتاثرات سے مطلع فرمائیں۔

۲۔ گروپ میں تعلیم یافتہ سمجھدار ودانا ممبران موجود ہیں۔اس لیے اخلاقیات کا مظاہرہ کرتے ہوئے گروپ کے قواعد وضوابط پر عمل کریں۔ بصورتِ دیگر معزز ممبران کی بہتری کے لیے آپ کو گروپ سے خارج (ریموو) کردیا جائے گا۔

۳۔کوئی بھی ممبر کسی بھی دوسرے ممبر کے انباکس میں کسی بھی قسم کا پیغام، کال یا مس کال نہیں کرے گا۔اطلاع موصول ہونے پر فوراً کارروائی کرتے ہوئے اسکرین شاٹ تمام گروپوں میں ارسال کردیا جائے گا اور راجپوت میڈیا سروس کے ماتحت تمام گروپوں سے خارج (ریموو) کردیا جائے گا۔

۴۔ہمارے کسی بھی گروپ میں فرقہ وارانہ بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۵۔اگر کسی بھی ممبر کو گروپ سے متعلق کسی بھی قسم کی تجویز یا شکایت ہے تو ایڈ منز سے رابطہ کیجئیے۔

۶۔ گروپ میں ارسال کی جانے والی تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کرکے شئیر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب دستیاب نہیں ہوتی اسکے لیے معذرت کرلی جاتی ہے۔ کتب تلاش / ڈاؤنلوڈ کرنے میں محنت ، وقت اور پیسے خرچ ہوتے ہیں ۔ لیکن ہمیں صرف آپ سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

۷۔ Rajpoot Media Service(راجپوت میڈیا سروس) کے تمام گروپس میں شامل ہونے کے لیے ایڈمنز کے دیئے گئے واٹس ایپ نمبر پر صرف بذریعہ میسج رابطہ کریں۔اور جواب کا انتظار کریں۔

نوٹ:-سب سے اہم بات:

راجپوت میڈیا سروس کے کسی بھی گروپ میں قادیانی، مرزائی، احمدی، لاہوری گروپ، گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، گستاخِ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہما ، گستاخِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم، گستاخِ اہلبیتِ اطہار رضی اللہ تعالی عنہم، مرزا انجینیئر عرف پلمبر کے اسٹوڈنٹس یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے ذہنی واخلاقی طور پر معاون یا حامی ہوں ان کے لیئے گروپ میں کوئی بھی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے اشخاص کسی بھی صورت گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فی الفور خارج (ریموو) کردیا جائے گا۔

نوٹ: راجپوت میڈیا سروس کے کسی بھی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے سب گروپ فی سبیل اللہ ہیں۔



سنی اسلامک کتب:
https://chat.whatsapp.com/G4Md8bKJjHL0BYOYupOXg9

فہیم کتاب گھر:
https://chat.whatsapp.com/KeRU6XFkqARKwDUgsU0Izg

فہیم ناول وڈائجسٹ:
https://chat.whatsapp.com/JrIUKJcqnqNI1RwLamthSi

رانا محمد عظیم رضوی
http://wa.me/923496611594

قاری فیاض احمد چشتی
http://wa.me/923008100974

محترم قارئین!

راجپوت میڈیا سروس (RMS) کے تحت مشہور و معرف مصنفہ عتیقہ فیض صاحبہ کا مشہور ناول (لیونی) آپ لوگوں کے لیئے فہیم ناول وڈا ئجسٹ کی جانب سے پیش خدمت ہے۔ راجپوت میڈیا سروس کی جانب سے عتیقہ فیض صاحبہ کے دیگر ناولز پی ڈی ایف میں دستیاب ہیں۔

مصنفہ کے مزید ناولز پڑھنے کے لیے فیس بک پر ان کے پیج کو فالو کریں۔ اور لنک کو زیادہ سے زیادہ آگے شئیر کریں۔ لنک کو کلک کریں۔

فیس بک لنک: https://www.facebook.com/profile.php?id=100065419671323

دعاؤں کا طالب: رانا محمد عظیم رضوی

واٹس ایپ لنک: http://wa.me/923496611594

گروپ لنک درج ذیل ہے لنک کو کلک کریں اور گروپ جوائن کریں۔

فہیم ناول وڈائجسٹ لنک: https://chat.whatsapp.com/JrIUKJcqnqNI1RwLamthSi

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

لیونی

فاطمہ نے اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو بے دردی سے پونچھا اور کھڑکی سے نظر آتے پچھلے صحن کی بے ترتیب ہوئی زمین کو دیکھا۔ آج ہی اس کے بڑے بھائی نے غیرت کے نام پر اس کی چھوٹی بہن کو ذبح کر کے وہاں گاڑ دیا تھا اور اس کا گناہ کیا تھا وہ تو لیونی تھی پاگل۔۔۔۔ اور پاگل کیا جانے کہ اپنے گوٹھ میں خود سے خدا بنے بیٹھے بھائیوں کی غیرت تو بہنوں کے ذرا سا ہنس لینے پر بھی جاگ اٹھتی ہے اور اس کا گناہ تو اس سے کئی گناہ بڑا تھا۔

فاطمہ کے کھڑے رہ رہ کر پاؤں شل ہونے لگے تو وہ کھڑکی بند کر کے اپنے بیڈ پر آ گئی اور گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھ گئی۔ اچانک اس کی سسکیوں میں کسی اور کی سسکیوں کی آواز بھی سنائی دی۔ فاطمہ کی سسکیاں تھمیں اور اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ سسکیاں دردناک تھیں مگر مسلسل سنائی دے رہی تھیں وہ لرز کر رہ گئی۔

بالکل اچانک سے اس کی کھڑکی پر دستک ہوئی۔ وہی کھڑکی جو پچھلے صحن میں کھلتی تھی فاطمہ کی روح فنا ہونے لگی۔

"لیونی۔۔۔۔ وہ میرے خون پر پاؤں رکھ کر جا رہے ہے۔۔ لیونی" دستک کے ساتھ سسکتے ہوئے یہ پکار سن کر فاطمہ کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔ روشنی اس کو پیار سے لیونی پکارتی تھی اور روشنی۔۔۔۔۔ آج اس کے سامنے ذبح کر کے زمین میں گاڑ دی گئی تھی تو یہ پھر کون تھی۔

"نہیں" "نہیں" فاطمہ بری طرح سے ڈر کر باہر کی سمت بھاگی اور جیسے ہی صحن میں آئی اس نے صحن میں زمین پر تازے خون کے دھبے دیکھے۔ "وہ میرے خون پر پاؤں رکھ کر جا رہے ہیں" اسے روشنی کی سسکتی پکار اور تڑپ یاد آئی۔ فاطمہ نے ایک فلک شگاف چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی۔

اگلے دن اسے اماں کے کمرے میں ہوش آیا۔ پھوپھی منہ پر دوپٹہ رکھے سسکیاں روک رہی تھی اور ساتھ ساتھ اس پر کچھ پڑھ کر پھونک بھی رہی تھی۔ اس نے خود کو پھوپھی کی پر شفق بازوؤں میں پایا تو روتے ہوئے ان کی گود میں منہ چھپا لیا۔

"حوصلہ رکھ۔۔۔یہ تو اس گوٹھ کے مردوں کی ریت ہے جب چاہیں غیرت کے نام پر کسی بھی بچی کا گلہ گھونٹ دیں" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے سمجھا رہی تھیں وہ مزید بلک اٹھی۔

کافی دیر رو لینے کے بعد اسے اپنی ماں کا خیال آیا وہ اٹھ بیٹھی۔ "پھوپھی امی کہاں ہے؟" اس نے استفسار کیا۔اس کی پھوپھی نے افسوس سے سر ہلایا۔
"صحن دھلوا رہی ہے" صحن کی بات پر اسے کل والا واقع یاد آیا اور وہ جھرجھری لیتی اٹھ کر صحن میں بھاگی بھاگی آئی۔

"وہ دیکھ وہاں بھی خون لگا ہے۔۔۔ادھر بھی" اس کی ماں ملازمہ کو ایک ایک جگہ کی نشاندہی کرتے ہوئے بتا رہی تھیں جیسے ان کی بیٹی نہ ذبح ہوئی ہو کوئی بکرا ذبح کیا ہو اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔کل دن کا جمع ہوا خون اب نالیوں میں جاتے ایک خوفناک سا منظر بلکہ لرزا دینے والا منظر پیش کر رہا تھا اس کو اپنے بھائیوں اور امی کے کٹھور پن پر غصہ آیا۔

کل جب اس کی روشنی کو ذبح کرنے کے لئے لایا جا رہا تھا تو منجھلے بھائی نے امی کو کمرے میں بند کر دیا تھا بڑا بھائی اس کمزور و ناتواں وجود کو قربانی کے جانور کی طرح پاؤں کے نیچے دبائے چھری منگوا رہا تھا اور چھوٹا بھائی اس کے دونوں ہاتھ جکڑے بیٹھا تھا۔

کسی نے بھی اس پردے کی اوٹ سے تھر تھر کانپتی فاطمہ پر دھیان ہی نہیں دیا تھا پھوپھی نے پیچھے سے آکر اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو بڑے بھائی نے بڑے کرّ و فر سے کہا تھا۔ ”رہنے دے پھوپھی۔۔۔ دیکھنے دے تاکہ آئندہ وہ بھی ایسی حرکت کرنے کا نہ سوچے“

وہ چلانا چاہتی تھی کہ ایک لیونی کو غیرت کے نام پر قتل کرتے تمہیں کیا لگ رہا ہے تم بہت مردانگی دکھا رہے ہو مگر اپنی بہن کے گلے پر چھری پھرتے دیکھ کر اس کے گلے سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔

چھری کند تھی اس لئے اس کی بہن کی چیخ خرخراہٹ میں بدلتی بہت بھیانک لگ رہی تھی وہ پسینے سے شرابور فوارے کی طرح اس کا خون نکلتے اور تڑپتے دیکھتی

رہی اور جیسے جیسے خون بہتا رہا وہی خون اس کی آنکھوں میں اپنے بھائی کے لئے اترتا رہا۔

اس نے اسی خون چھلکاتی آنکھوں کے ساتھ کونے میں ایک طرف کھڑی اپنی بھابھی کو مسکراتے دیکھا اور وہ مسکراہٹ اس کی آنکھوں میں جم کر رہ گئی۔

وہ صحن دھلنے کے بعد دوبارہ پہلے جیسا ہو گیا تھا کسی کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہاں کل کی کسی معصوم جان کا قتل کیا گیا تھا وہ بھی نام نہاد غیرت کے نام پر۔ وہ صحن دھلنے کے بعد اس کے بیچ و بیچ آ بیٹھی۔ اس نے خون کے دھبوں کو ایک اور بار نمودار ہوتے دیکھا اور کرنٹ کھا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ دھبے بڑھتے جا رہے تھے وہ بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں آ گئی اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ آگے اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے لیکن سوچنے والی بات تھی کہ ناں۔۔۔ کہ اس کے ساتھ کیوں؟

کمرے میں آتے ہی وہ پاؤں اوپر کر کے لرزتی سکڑتی کانپنے لگی۔ اس نے نہایت اضطراب کے ساتھ اپنے گرد اپنے بازوؤں کا گھیرا بنایا تھا اور ہراساں نظروں

سے اپنے ارد گرد دیکھنے لگی لیکن اس کے کمرے کا ماحول نارمل تھا جیسے روشنی کے مرنے سے پہلے ہوتا تھا۔

وہ کل سے کچھ زیادہ ہی خوف زدہ ہو چکی تھی اس لئے اس نے کم سے کم اکیلے رہنے کا سوچا اور جیسے ہی بستر سے نیچے قدم رکھنے کے لئے اپنی ٹانگ نیچے کی اسی وقت اس کی کہنی کو کسی نے جکڑا تھا اس نے اپنی کہنی کو دیکھا اور پھر اپنے پیچھے۔ روشنی دانت نکوسے اس کے پیچھے پنجوں کے بل بیٹھی تھی اور اپنے خون آلود ہاتھ سے اس کی کہنی کو جکڑا ہوا تھا۔۔۔۔فاطمہ کا دل جیسے بند ہونے کو ہوا۔

"زمین پر پاؤں نہ رکھنا لیونی۔۔۔۔۔وہ دیکھو۔۔۔۔۔۔۔دیکھو ذرا میرا خون تمہارے پاؤں پر لگ جائے گا" روشنی نے بے تحاشا ہنستے ہوئے اسے تنبیہہ کی۔ فاطمہ کا چہرہ ڈر سے سفید پڑ گیا وہ زندہ تھی تو روشنی کی یہی بے اختیار ہنسی اسے بہت بھلی لگتی تھی اور آج وہ تو بھیانک ترین لگ رہی تھی۔۔۔۔۔

فاطمہ فلک شگاف چیخ مارتی اٹھ کر باہر بھاگی تھی اور بھاگتے ہوئے اس نے سیدھا کچن میں جا کر دم لیا تھا۔ "امی جی۔۔۔امی وہ روشنی" اس نے باورچی خانے

میں آتے ہی اپنی ماں کے پہلو میں چھپتے ہوئے پیچھے اشارہ کیا خوف کے مارے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر ادا ہو رہے تھے۔۔۔فاطمہ کی ماں نے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔

دوسری طرف اس کی بھابھی گل نے ان ماں بیٹی کو عجیب نظروں سے دیکھا اور واپس دیگچی میں چمچہ چلانے لگی۔اسی وقت اس کا بڑا بھائی زاہد تن فن کرتا کچن میں آیا۔

"یہ اتنا شور کیوں ڈال رہی ہے؟۔۔مردان خانے تک اس کی آواز آرہی ہے" بھائی نے سخت ترین لہجہ اپنا کر پوچھا۔"یہ کل جو ہوا تھا اس کو دیکھ کر ڈر گئی ہے" اس کی ماں نے مجرمانہ لہجہ اپنایا۔

فاطمہ ابھی تک ان کے سینے سے چمٹی کانپ رہی تھی اور اس کی ہراساں نظریں زمین پر گڑی تھیں جہاں اس کے بالکل سامنے زمین پر روشنی کی روح کچن کیبنٹ سے ٹیک لگائے بیٹھی سنتے ہوئے کبھی اس کی سمت انگلی اٹھاتی کبھی اس کے بھائی کی طرف اور پھر وہ اس کے اور اس کی ماں کے گرد تیزی سے چکر کاٹنے لگی۔

''جو بھی ہے اب اس کی آواز مردان خانے تک نہ آئے'' زاہد نے انگلی اٹھاتے تنبیہہ کی اور وہاں سے جانے لگا تو فاطمہ نے لپک کر اس کا بازو پکڑا۔۔۔وہ یکدم طیش میں آیا۔

''میرا بازو چھوڑ'' زاہد نے چیخ کر کہتے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑانا چاہا تھا مگر فاطمہ کی لال ہوتی آنکھیں دیکھ کر وہ رکا۔

''کیوں کیا ایسا؟'' وہ بدلے ہوئے لہجے میں بولی آواز میں بھاری پن نمایاں تھا پہلے والا ڈر غائب ہو چکا تھا۔۔۔زاہد کے جسم میں اس ہاتھ کے سرد لمس سے پھریری سی دوڑی زاہد کا بازو فاطمہ نے اتنی سختی سے جکڑا ہوا تھا کہ جیسے توڑ دے گی۔اس کی ماں اور بھابھی خود بھی انگشت بدنداں رہ گئیں اور ماں نے لپک کر فاطمہ کو پکڑا کہ کہیں وہ بھی چھوٹی کی طرح بھائیوں کے عتاب کا شکار نہ ہو جائے۔

''تو چھوڑ مجھے'' فاطمہ نے غصے سے اپنی ماں سے کہتے اپنا آپ چھڑوایا اور اپنے بھائی اور ماں کو خونخوار نظروں سے گھورتی وہاں سے چلی گئی۔گل حیرانی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی حقا بقا ہوا زاہد جیسے اب ہوش میں آیا اور کراہتے ہوئے اپنا بازو دیکھا

اس کے بازو پر خون لگتا جا رہا تھا اس نے تیزی سے اپنا بازو اوپر کیا اور اپنا ہاتھ دیکھا اور لرز گیا وہاں سے جیسے فاطمہ کی انگلیاں گڑ سی گئی تھیں اور اس زخم میں سے خون نکل رہا تھا۔۔

"دیکھ کیا رہی ہے پھوہڑ عورت۔۔۔کچھ لا" زاہد کی آواز خوف سے کپکپا کر رہ گئی۔ مگر کروفراب بھی کم نہ ہوا گل جیسے ہوش میں آتے تیزی سے بھاگ کر روئی لائی۔ مگر ان دونوں میں سے کسی نے وہاں کھڑی جمیلہ پر دھیان نہیں دیا۔ جو فاطمہ میں روشنی کا روپ دیکھ کر اپنی جگہ جم سی گئی تھیں۔

فاطمہ جس طرح بھاگ کر کمرے سے نکلی تھی اسی طرح اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔۔۔اسے اب زاہد سے خوف محسوس ہو رہا تھا کہیں وہ اسے بھی روشنی کی طرح قتل کر کے یونہی بنا کفن دفن کیئے گاڑ ہی نہ دے۔۔۔۔جو وہ کر آئی تھی اسے خود احساس نہیں ہوا تھا مگر اب بخوبی ہو رہا تھا اور یہ احساس جان لیوا تھا کیونکہ کمرے میں روشنی کا بھیانک روپ اور باہر زاہد کا ڈر۔۔۔۔وہ جاتی تو کہاں جاتی؟۔۔۔۔

اسی اثنا میں مغرب کی اذان ہونے لگی ویسے تو وہ نماز پڑھنے میں اتنی سستی سے کام لیتی لیکن آج فوراً اس نے کپکپاتے ہوئے غسل خانے میں جا کر وضو کیا اور کچھ ٹھنڈ کچھ خوف سے کپکپاتی مصلے پر آ کھڑی ہوئی۔۔۔۔اس نے جان بوجھ کر جتنا ہو سکتا تھا اتنی آہستہ نماز پڑھی اور مصلے پر ہی بیٹھ گئی۔دل اتنا بوجھل ہو رہا تھا کہ وہ سجدے کی حالت میں لیٹتی دائیں طرف اپنے چہرے کا رخ کئے سسک اٹھی۔

اچانک ہی اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو بالکل اس کے چہرے کی طرف اپنا چہرہ کئے روشنی مسکرائی اور گھسٹتی ہوئی بیڈ کے نیچے جا گھسی فاطمہ کی گھٹی گھٹی چیخ برآمد ہوئی۔اس نے جلدی سے سجدے میں جا کر ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا لیا۔

"بیڈ پر آجاؤ" روشنی کی معصومانہ آواز پر اس نے مڑ کر دیکھنے کی ہمت نہیں کی تھی اور سجدے میں پڑی رہی حتی کہ اسے یونہی سجدے میں پڑے پڑے عشاء کا وقت ہو گیا اذان کی آواز پر اس نے ڈرتے ڈرتے سر اٹھایا اور اذان ہوتے ہی اس نے عشاء کی نماز کے لئے نیت باندھ لی۔۔۔۔جیسے ہی وہ نماز سے فارغ ہوئی اسے روشنی کی

آواز نے جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ ''کب تک۔۔۔۔ بچو گی لیونی'' اس کی آواز اوپر سے آرہی تھی اس نے ہراساں نظروں سے اوپر دیکھا وہ پنکھے سے الٹی لٹکی تھی فاطمہ خوف سے لڑکھڑاتی پیچھے بیڈ پر گری۔

''مجھے ذبح کرکے مارا تھا تم ذلیل ہوکر مرو گی'' روشنی نے دانت نکالتے ہوئے پیشنگوئی کی۔ فاطمہ کے ڈر کے مارے آنسو بہنے لگے روشنی اچانک ہی پنکھے سے نیچے کودی۔ فاطمہ نے دبی دبی چیخ مارتے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھے۔۔۔۔ لیکن وہ اس کی طرف نہیں آئی۔

کئی لمحوں کی خاموشی کے بعد اسے جب یقین ہوگیا کہ روشنی چلی گئی ہے تو فاطمہ نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹائے۔ کمرا پر سکون تھا پسینے سے شرابور فاطمہ گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ اچانک ہی وہ پیچھے سے اس کے گلے میں بانہیں ڈالتی ہوئی اس کے کان کے پاس غرائی۔ ''دیکھنا لیونی کیا ہوتا ہے اب'' سرد لمس مگر جان لیوا۔ فاطمہ اعصاب پر دباؤ پڑنے کی وجہ سے بے ہوش ہوگئی۔

ہاتھ میں کھانے کی ٹرے پکڑے جمیلہ نے لرزتے ہوئے اس کے کمرے کا دروازہ کھولا اور کمرے میں آئیں سارا کمرا خالی پڑا تھا جمیلہ حیرانی سے ادھر ادھر دیکھتی سائیڈ ٹیبل پر ٹرے رکھ کر سیدھی ہوئیں۔"کہاں ہو تم فاطمہ ؟"انہوں نے ڈرتے ڈرتے فاطمہ کو پکارا۔

"شششش شششش۔۔۔۔"اپنے پیچھے سے آنے والی اس آواز پر وہ کرنٹ کھا کر مڑی تھیں لیکن ان کے پیچھے کوئی نہیں تھا۔

"مجھے ڈھونڈو نہ امیییی"روشنی اور فاطمہ کی ملی جلی آواز نے انہیں دہلا دیا۔

جب روشنی چھپتی تھی تو وہ یوں ہی پکارتی تھی اور وہ ہمیشہ چھپتی کہاں تھی؟ انہوں نے خوف سے سفید پڑتے چہرے سے بیڈ پر دیکھا بیڈ ہولے سے ہل رہا تھا ساتھ ساتھ دھیمی دھیمی شرارت بھری ہنسی۔۔۔۔۔

انہوں نے ماتھے پر آیا پسینہ پونچھا تھا کم از کم بیڈ کے نیچے جھانکنے کی ہمت وہ خود میں نہیں کر پا رہی تھی۔اس لئے تیزی سے وہاں سے جانے لگیں تو کسی نے بیڈ کے

نیچے سے ہاتھ بڑھا کر ان کا پاؤں پکڑا۔ جمیلہ کی روح فنا ہونے لگی انہوں نے تڑپ کر اپنا پاؤں اس آہنی شکنجے نما ہاتھ سے چھڑانا چاہا۔ ''میرے ساتھ کھیلو نہ'' ملی جلی آواز پھر سے آئی۔ ''مجھے جانے دے'' جمیلہ کی ابھی بھی ہمت نہیں تھی کہ بیڈ کے نیچے دیکھ لیتیں وہ بے بسی سے رونے لگیں۔

''یہ کیا میری ماں میرے ساتھ کھیلتی بھی نہیں'' ہاتھ کی گرفت مزید مضبوط ہوئی۔ یعنی سخت تکلیف دہ اور آواز میں شکوہ نمایاں تھا۔ جمیلہ نے پوری زور آزمائی کے بعد اپنا پاؤں چھڑایا اور آؤ یا تاؤ دیکھے بنا باہر کی جانب بھاگی۔

بیڈ کے نیچے لیٹی فاطمہ میں موجود روشنی کھلکھلا کر ہنستی ہوئی بیڈ کے نیچے سے نکلی ٹرے میں کھانا موجود تھا۔ ''اس۔۔۔اس کھانے کو میں تو کھانے نہیں دوں گی'' وہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے قدرے سوچنے والے انداز میں ہم کلام ہوئی اور ٹرے اٹھا کر دیوار پر دے ماری اور کھڑکی سے کود کر پچھلے صحن میں جہاں روشنی کو گاڑا گیا تھا جا کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

"کیا وہ واپس آگئی ہے؟" گل نے زاہد کے ہاتھ کے زخم کو دیکھتے ہوئے جھرجھری سی لی۔ "کوئی نہیں آئی ڈرامے ہیں اس کے۔ اسے کہنا میرے سامنے نہ آئے ورنہ جان سے جائے گی" زاہد نے سخت لہجے میں دھمکی دی۔ گل نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا۔

"روشنی نے تو تمہیں گھاؤ نہیں دیا تھا پھر اسے کیوں مارا؟" گل نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ زاہد نے اپنے دائیں ہاتھ سے اس کے بال جکڑے۔ "پٹر پٹر بولنے والی عورتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں اور ہم مرد اتنے بے غیرت نہیں جو زنانیوں کے جواب ہی دیتے رہیں" زاہد کی گرفت سخت تھی وہ سسکی اسی اثنا میں جمیلہ لنگڑاتے ہوئے بامشکل دوڑتی ہوئی آئیں زاہد انہیں دیکھ کر سیدھا ہوا۔

"کتنی بار کہا ہے ماں۔۔۔ دوپٹہ ٹھیک رکھ کر چلا کر" زاہد کا لہجہ ترش تھا اور اس نام نہاد باعزت مرد کو اپنی ماں کا ڈھلکا دوپٹہ تو دکھائی دے گیا۔ مگر گھاؤ سے رستا خون نہ دکھائی دیا۔ جب دکھائی دیا تو بھڑک اٹھا۔ گل نے آگے بڑھ کر جمیلہ کو بیڈ پر بٹھایا۔

"یہ اسی۔۔۔۔۔۔۔نے کیا ہے ناں؟۔۔۔۔۔۔اسے میں بتاتا ہوں ہم مر د رہ سکتے ہیں عورت کے بنا یہ تو پھر بھی پرایا دھن ہے"زاہد مردانگی کے نشے میں غرایا تو گل نے اسے طنزیہ نظروں سے دیکھا البتہ جمیلہ تڑپ اٹھی۔

"نہ میرے بچے وہ تو لیونی ہے۔۔۔۔وہ حقیقت میں فاطمہ نہیں ہے"انہوں نے لپک کر زاہد کا راستہ روکنا چاہا۔گل یہ سن کر لرز اٹھی۔اسی وقت منجھلا بھائی دوڑتا ہوا آیا۔

"وہ۔۔۔۔۔ چھوٹے کو گھسیٹتے ہوئے لے گئی ہے جہاں روشنی کو گاڑا تھا"

منجھلے کا منہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔زاہد نے آگے بڑھ کر اس کو ایک طمانچہ رسید کیا۔

"تو تو اس کا وہیں گلا دبانے کے بجائے مخنث کی طرح یہاں دوڑا آیا بے غیرت۔اب وہ بھی ایک مرد پر ہاتھ اٹھانے کا نتیجہ دیکھے گی"

"اماں اپنی دوسری بیٹی سے بھی محروم ہو جا آج"زاہد نے شعلہ اگلتی آنکھوں سے جمیلہ کو دیکھا تھا اور تن فن کرتا چلا گیا پیچھے گل نے جمیلہ کو پکڑ لیا تھا پھوپھی بھی

دوڑی چلی آئیں۔۔۔۔۔ان کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ بھی بے بس تھیں ان بے غیرت مردوں کے سامنے۔

وہ دونوں بھائی پچھلے صحن میں دوڑتے ہوئے آئے توان کے قدم لڑکھڑائے۔ ان کا چھوٹا بھائی زمین کے بالکل اندر دھنسا ہوا تھا بس اس کا ایک ہاتھ کہنی تک باہر تھا جو بے بسی سے ہلتا اور احساس دلا رہا تھا کہ اندر دھنسا ہوا شخص زندہ ہے اور اگر زمین نہ کھودی گئی تو وہ عنقریب اپنی سانسیں پوری کر لے گا۔۔۔۔

اس کے عین سامنے آلتی پالتی مارے بیٹھی فاطمہ ہنس رہی تھی اس کے چہرے کے تاثرات البتہ پتھریلے سے ہو رہے تھے منجھلے بھائی عابد اور زاہد کا حال کاٹو تو بدن میں لہو نہیں والا تھا۔''عابد چھری لا اور زیادہ کندلانا اس کو تو گڑنا بھی نصیب نہیں ہو گا''زاہد نے جیسے ہوش میں آتے چلا کر کہا۔

اور امجد کو نکالنے کے لئے آگے بڑھنے لگا تو اس کے قدم فاطمہ کے ہاتھ میں موجود اسی خنجر نے روک لئے تھے جس سے کل انہوں نے روشنی کو ذبح کیا تھا۔وہ زاہد کو خنجر دکھاتے ہوئے آگے بڑھی اور ایک جھٹکے سے امجد کے مٹی میں سے نکلے

ہاتھ پر وار کیا۔امجد کا ہاتھ آن کی آن میں اس کے وجود سے الگ ہو کر زاہد کے پاؤں میں آ گرا۔

''مجھ سے تڑپتا ہوا دیکھا نہیں جا رہا تھا میں نے گاڑ دیا'' فاطمہ نے روشنی کی طرح بالوں کو کھجاتے معصومیت سے کہا تھا زاہد کو معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا تو وہ وہیں سے پلٹا۔ ''ہھھہ۔۔۔۔ہی ہی'' فاطمہ نے کھلکھلاتے ہوئے وہ کٹا ہاتھ اٹھا کر چھری لاتے عابد کے پاؤں میں پھینکا وہ ڈر سے چلایا۔

وہاں موجود سب ملازم بھی دہشت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور کچھ تو غش کھا کر گر گئے تھے فاطمہ ہنستے ہوئے دوڑتی اپنے کمرے کی کھڑکی سے اندر کود گئی۔ زاہد جلدی سے پلٹ کر اس جگہ آیا۔جہاں امجد کو دبایا گیا تھا اور تیزی سے مٹی کھودنے لگا دو تین باہمت ملازم بھی اس کے ساتھ لگ گئے لیکن مٹی کھودتے ہی وہ انگشت بدنداں رہ گئے۔کیونکہ وہاں امجد تو کیا اس کی لاش تک کا نام و نشان نہ تھا۔

رات کا پچھلا پہر تھا وہ وجود بجلی کی تیزی سے وہاں آیا۔ جہاں روشنی کو دفن کیا گیا تھا اور اس نے ہلکی سی زمین کھود کر تھوڑی سی مٹی اپنی مٹھی میں بھری۔ اس مٹھی کو وہ سینے سے لگاتے جیسے وہاں نمودار ہوا تھا ویسے ہی وہاں سے غائب ہوا۔

زاہد اب تک ہکا بکا سا اوطاق میں بیٹھا تھا ملازم سے اس نے کسی کو بھی نہ ملنے کا عندیہ دے دیا تھا گھر میں کیا یہ خبر تو پورے گوٹھ میں پھیل گئی تھی کہ اس گھر کے خدا بنے بیٹوں نے جب ایک ننھی سی جان پر ظلم کیا تو قدرت ان سے کیسا بدلہ لے رہی تھی۔

کچھ لوگ کانوں کو ہاتھ لگاتے عبرت حاصل کرنے کے لئے اور کچھ محض ہوائی سمجھتے حویلی کی جانب جوق در جوق چلے آرہے تھے۔ گوٹھ میں زاہد حیوان پنج کے نام سے تو جانا جاتا تھا ہی لیکن اب جو ہوا تھا لقب حیوان سے شیطان میں تبدیل ہو گیا تھا۔ امجد کا کچھ معلوم نہیں ہوا تھا۔

جمیلہ اپنے پاؤں کا ناسور کی طرح بڑھتا زخم لیے نم آنکھوں سے آکر چہ مگوئیاں کرتی عورتوں کو دیکھتی اور امجد کو پکار رہی تھی۔ کسی عورت کے منہ سے مرچ مصالحہ لگی کل کی روداد سن کر ان کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے اور اب وہ فاطمہ اور امجد دونوں کے لئے متفکر تھی۔

ابھی بھی دو خواتین براجمان جمیلہ کو حقیقتاً افسوس سے دیکھ رہی تھیں کہ گل چائے کی ٹرے لے آئی۔ ان دونوں کا سارا دھیان کھانے پینے کی طرف چلا گیا۔ گل نظریں بچا کر ایک طنزیہ نگاہ اور زہریلی مسکراہٹ سے جمیلہ کو نوازتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ جمیلہ کو گل کو یوں خود کا مذاق بناتے دیکھ کر ایک دھچکا سا لگا۔۔

ماضی

یہ ان وقتوں کی بات تھی جب روشنی سارے گھر میں ننھی معصوم بکری کی طرح چوکڑیاں بھرتی پھرتی تھی۔ تینوں بھائی تو وراثت میں باپ سے ہی عورت کو جوتی سمجھنے والی سمجھ لے کر آئے تھے مگر فاطمہ اور روشنی دونوں میں بہت بنتی تھی۔

بھائیوں نے ابتداء سے ہی بہنوں سے تو کجا ماں سے بھی لیا دیا رویہ اپنائے رکھا تھا دوسری طرف فاطمہ تو سمجھ دار تھی لیکن روشنی کھیل کود میں کبھی کبھی ان میں سے کسی کو چھو کر لاڈ اٹھوانے کی کوشش کرتی تو اس کے گال پر طمانچہ لگتا اور فاطمہ کے دل پر دوہرا۔روشنی پہلے پہل روتی پھر گال کی جلن کم ہونے پر رونے کی شدت بھی کم ہو جاتی۔

ایک بار زاہد نے صحن میں اسے بنا دوپٹے کے دیکھ لیا تو پانچ چھ طمانچے لگا کر بازو سے کھنچتا جمیلہ کے پاؤں میں ڈال گیا۔اس وقت ایک ہمسائی جمیلہ کے ساتھ براجمان تھی۔جمیلہ نے لپک کر بلکتی ہوئی روشنی کو اپنے دامن میں سمیٹا۔

"یہ۔۔۔یہ آئندہ مجھے دوپٹے کے بنا دکھائی دی ناں تو حشر بگاڑ دوں گا اور مردان خانے میں قدم رکھ گئی تو اس کا آخری دن ہو گا" زاہد نے خون چھلکاتی آنکھوں سے دھمکی دی اور تن فن کرتا چلا گیا۔

"ادھر تو بھائی ہیں کہ برداشت کر لیتے بہن اگلے گھر میں تو دوسرے ہی دن لاش پلٹی ہو گی" ہمسائی بھی شاید بے ضمیر کے خمیر سے پیدا ہوئی تھی جھٹ پیشن گوئی کی اور جمیلہ لرز گئی مگر اس کی پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی۔مگر بہت جلدی۔۔۔۔

جمیلہ جو روشنی کا آتے جاتے دوپٹے سے سر اور سینہ ڈھانپتی وہی دوپٹہ ایک بار زاہد کو مردان خانے کے بستر سے ملا جہاں سے کچھ دیر پہلے ہی اس کا شہری وجگری دوست رخصت ہوا تھا۔ زاہد نے دوپٹہ پوچھنے کی ہی زحمت کی اور روشنی کا معلوم ہوتے ہی اسے مرغی کی طرح ران کے نیچے دبا کر ذبح کر دیا تھا۔۔۔۔ بلاشبہ یہ ان سب خواتین کے لئے قیامت کی رات تھی

حال

امجد کا تو جیسے صفحہ ہستی سے نام ہی مٹ چکا تھا جمیلہ نے بھی رو لینے کے بعد فاتحہ پڑھ لی لیکن پرسہ دینے آنے والیوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ جمیلہ ان کو نبٹاتی ابھی زخم کھول کر دیکھ ہی رہی تھی کہ پھوپھی کی چیخ سے درودیوار لرز اٹھے۔

گل اور ساری عورتیں باہر کی جانب بھاگیں جمیلہ بھی ہمت کرتی لنگڑاتے ہوئے صحن میں آئی اور وہاں موجود پہلے لوگوں کی طرح ہی بت بن گئی۔

"ماں۔۔۔۔ یہ دیکھ۔۔۔۔ یہ دیکھ یہاں ہے میرا خون۔۔۔ یہ یہاں بھی ہے۔۔ دیکھ ناں یہاں بھی ہے یہ کیا اماں تو ٹھیک سے صاف نہیں کرواتی ناں" فاطمہ بالکل

روشنی کی طرح بولتی صحن میں چکراتی پھرتی ہنستی ہوئی الگ الگ جگہ اپنا پاؤں رکھتی جارہی تھی اور وہاں خون کے دھبے نمودار ہوتے اس کے ہاتھ میں خون آلود چاقو موجود تھا۔

''صاف۔۔۔۔صاف کرواتے ہیں جیسے میں نے صاف کیا ہاں نہ ماں امجد ملا نہیں ملا نہ۔۔۔۔خون کی ایک بوند بھی تو نہیں ملی'' وہ اچھل اچھل کر بولتی درخت کے تنے سے جھولا جھولنے لگی اور اچانک امجد کی ہاتھ کٹی لاش چھت سے گری جمیلہ امجد کی لاش دیکھ کر تڑپ اٹھی او طاق سے بھاگا آیا زاہد بھی انگشت بدنداں رہ گیا۔اس سے پہلے کہ زاہد اپنے لاڈلے کے جسد خاکی کو اٹھاتا زمین شق ہوئی اور وہ جسم ایک بار پھر تہہ خاک ہوگیا۔۔۔۔

یہ منظر دیکھ کر ساری خواتین سر نیوا اڑے وہاں سے توبہ توبہ کرتی بھاگیں اس گوٹھ کی زمین پر ناخدا بن کر چلتا زاہد آج بے بس کھڑا تھا۔۔۔۔۔فاطمہ بھاگتی ہوئی جیسے آئی تھی ویسے ہی وہاں سے چلی گئی لیکن جہاں جہاں سے گزری وہاں وہاں خون چھوڑ گئی تھی۔

"یہ لو سفوف" ایک پیکٹ میں موجود مٹی اس کی طرف بڑھائی۔ "اس سے کیا ہوگا" جواباً طنز یہ پوچھا گیا۔ "مجھے نہیں معلوم لیکن نجانے کیوں میرے دل میں آیا کہ یہ سب ٹھیک کر سکتا ہے" پہلے فریق نے کندھے اچکائے۔۔۔

"ہمارے لئے ان سب کے لئے نہیں" دوسرے فریق کی ہنسی گونجی اور دوسری طرف زاہد کچھ سنگین سوچ رہا تھا اور اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کی ٹھان کر اٹھارات کے دو بجے اس نے اپنے خاص و باہمت ملازمین کو ساتھ لیا اور اوطاق سے باہر آیا۔

ملازمہ سے اس نے پہلے ہی ہلکی سی جھری سے فاطمہ کو دکھوالیا تھا وہ مجہول سے حلیے میں بستر پر چت لیٹی تھی۔ زاہد وہاں سے ملازمہ کو چلتا کرتا ملازمین کو باہر پہرے پر کھڑا کر کے اندر آیا کمرے میں قدرے اندھیرا تھا اور اس اندھیرے میں زاہد کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا مکھیوں کی بھنبھناہٹ اور چیونٹیوں کے سرکنے کی آواز پر جب اس نے دیکھا تو وہ امجد کا ادھ کھایا کٹا ہوا ہاتھ تھا۔

زاہد کے سر پر یہ منظر دیکھ کر خون سوار ہوا وہ تیزی سے چت لیٹی فاطمہ کی طرف بڑھا اور اپنے فولادی ہاتھوں کے ساتھ اس کا گلہ دبانے لگا فاطمہ خود کو چھڑوانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگی مگر زاہد کے ہاتھوں میں لرزش تو کجا آنکھوں میں سناشائی بھی نہ تھی نام نہاد غیرت اتناسب کچھ ہونے کے بعد بھی مری نہیں تھی اس لئے وہ بھی اپنی بہن روشنی کی طرح غیرت کے سامنے مٹ گئی اس کی آنکھیں سانس رکنے سے حلقوں سے باہر ابل آئیں۔

زاہداس کے گلے کو چھوڑتے خبیثاً ہنستا پیچھے ہوا وہ جو یہ کام تقریباً مشکل سمجھ رہا تھا وہ ہو گیا تھا۔اس نے فاطمہ کے بے جان وجود کو بستر کی چادر میں ڈھانپا اور اسے کندھے پر لادے کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس حویلی سے نکلتے اسے اوپر والی کھڑکی سے کسی نے دیکھا اور اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔"کاش عابد ہوتا" زاہد نے کوفت سے سوچا۔لیکن عابد تو یہ بات دبانے اور ہر ایک کو اس کارِ خیر میں نوٹ کھلانے کے لئے شہر روانہ ہو گیا ہوا تھا اب چاروناچار یہ کام زاہد کو اکیلے ہی کرنا تھا۔

زاہد اس کے بے جان وجود کو چادر میں اپنے کندھے پر لادے آگے آگے چلنے لگا اور خاموشی سے حویلی پار کر گیا اس کے پیچھے اس کے باہمت ملازم مگر اس وقت سراسیمہ نظروں سے ارد گرد دیکھتے سنسان راستے پر اپنے مالک کے پیچھے پیچھے زمین کھودنے کا سامان اٹھائے خاموشی سے چل رہے تھے۔

گاؤں سے تقریباً ہٹ کر کچی پگڈنڈی سے بائیں طرف ان کی دو چار ایکڑ کی زمین خالی پڑی تھی اتنی دور سے اس کو کندھے پر لاد کر لاتے ہانپتے کانپتے زاہد نے فاطمہ کا وجود زمین پر پھینکنے کے انداز میں رکھا وہ چاہتا تو اپنی جیپ میں بھی آ سکتا تھا لیکن وہ یہ کام اب کھلے عام کرنے کے بجائے چھپ کر کرنا چاہتا تھا ورنہ تو اس کا دل فاطمہ کو روشنی سے زیادہ برے طریقے سے مار کر اسے وہیں گاڑنے کا تھا۔

اب تو یوں پیدل آنا اس کی بے بسی کے بعد رعونت پر دوسرا تھپڑ تھا۔ زاہد نے آنکھوں ہی آنکھوں اپنے ملازموں کو اشارہ کیا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ کر زمین میں گڑھا بنانے لگے اچانک ان دونوں نے سراسیمہ نظروں سے ایک دوسرے کیجانب دیکھا اور ان کے گلے میں گلٹی ڈوب کر ابھری۔

"آہ۔۔۔آہ۔۔۔" چادر میں سے ہلکے ہلکے کراہنے کی آواز آنے لگی تھی۔ان دونوں نے وہاں کچھ دور کھڑے زاہد کو ہراساں نظروں سے دیکھا۔

"سردار۔۔۔۔آپ۔۔۔۔آپ نے کوئی آواز سنی؟" ایک نے دہشت سے سہم کر پوچھا وہ آدھا گڑھا کھود چکے تھے ایک ملازم کے ہاتھ سے توڈر کے مارے کھدال گر چکی تھی۔

"کہاں سے آئے گی آواز۔۔۔؟" وہ گرجا اور آگے بڑھ کر اس کے چہرے کی طرف سے چادر اٹھا آئی "یہاں سے یہ جو مر چکی۔۔۔۔ی ی ی" زاہد کا جملہ ادھورا رہ گیا اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔" فاطمہ کے سفید لٹھے کی طرح اکڑے چہرے پر ایک شرارتی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ یونہی چادر سے صرف سر باہر نکالے ہنسنے لگی۔

"جلدی جلدی اسے اٹھاؤ اور گاڑدو" زاہد چیخا اور آگے بڑھ کر خود اسے گڑھے میں گرانے لگا تو فاطمہ نے ایک ہاتھ نکال کر زاہد کے سر کے بال اپنی مٹھی میں

دبوچ لئے۔ دونوں ملازم دہشت سے دہل گئے اور اپنے بالوں کو چھڑانے کی کوشش میں سر گرداں زاہد کے ساتھ مل کر اسے گڑھے میں دھکیلنے کی کوشش کرنے لگے یونہی گڑھے میں دھکیلتے ہوئے فاطمہ کے گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

جس سے سر ایک طرف کو کھال میں جھولے جیسا جھولنے لگا مگر ابھی بھی اس کی مسکراہٹ قائم تھی یہ منظر کسی بھی بڑے سے بڑے سورما کا پتا پانی کر دینے والا منظر تھا اور زاہد کا ضبط اب جواب دے گیا وہ اپنے بال اس کی مٹھی میں سے چھڑانے کے لئے ماہی بے آب کی طرح مچلنے لگا۔

اس سکوت بھری فضا میں ایک طرف گردن ڈھلکائے فاطمہ کا وہ ہنستا وجود اور اس کی حلقوں سے تقریباً باہر ابلی آنکھیں۔۔۔۔ ملازم ڈر کے مارے وہیں غش کھائے گر گئے۔ خدا خدا کر کے زاہد جب اپنے بال چھڑا کر پیچھے ہوا تو اس کے بالوں کا تقریباً گچھا فاطمہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ سیدھی اس گڑھے میں جا گری۔

فاطمہ نے اسے آنکھوں کے ڈیلے مٹکاتے شرارت سے ہنستے دیکھا اور وہ بالوں کا گچھا منہ میں لے کر چبانے لگی۔ زاہد کو کراہیت ہوئی۔ اس نے آگے بڑھ کر کپکپاتے ہاتھوں سے مگر دیوانوں کی طرح اس پر مٹی ڈالنا شروع کی اور اس کی قبر بنا کر سیدھا ہوا وہ خوف و تھکن کے سبب پسینے سے شرابور تھا اس نے ایک ٹھوکر اس نام نہاد قبر کو ماری تھی اور ان ملازموں کو ساتھ لئے بنا اپنی حویلی کی طرف بھاگا۔

خنک بھری فضاؤں کا جھونکا آتے جاتے اس کے وجود سے ٹکرا رہا تھا لیکن وہ اس مٹی کے ڈھیلے کے پاس گھٹنوں میں سر دیئے سسکتی رہی اچانک اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا اس نے یک لخت سر اٹھا کر دیکھا "دیکھا میں نے کہا تھا ناں کہ تم ذلیل ہو کر مرو گی" روشنی کی روح نے شیطانی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے کہا۔ "لیکن میرا کیا قصور تھا؟" وہ پوچھ کر پچھتائی۔ "نہیں معلوم؟" سوال برائے طنزیہ سوال پر فاطمہ کی روح نے شرمندگی سے نظریں جھکائیں اور سسک اٹھی۔

ماضی

یہ اس وقت کی بات ہے جب زاہد کا شہری بابو دوست گوٹھ میں آ کر ان کے مہمان خانے میں ٹھہرا تھا۔ فاطمہ ہر روز حویلی میں پکتے پکوان دیکھتی اور ملازماؤں کو تنگ کرتی رہتی کہ وہ اتنا کھاتا ہے کہ تم ہر وقت اس کے لئے کچھ نہ کچھ بناتی رہتی ہو ملازمائیں چپ ہو کر مسکراتی رہتیں بھلا وہ اس معصوم سی مالکن کے بچکانہ شکوؤں کا کیا جواب دیتیں۔

"وہ اتنا خوبصورت ہے کہ ہر ملازمہ وہاں جا کر اسے دیکھنے کے بہانے کرتی ہے "ایک الھڑ جوان ملازمہ نے ادھر ادھر دیکھ کر اس کے شکوے پر شرارت سے کہا بات مذاق میں تھی مذاق میں ٹل گئی لیکن فاطمہ کے دل میں اشتیاق چھوڑ گئی۔

ملازماؤں سے ہی اسے معلوم ہوا تھا کہ آج وہ واپس شہر جا رہا ہے تو اس کے لئے سفر میں میٹھے پکوان دینے کے لئے بنائے جا رہے تھے فاطمہ کا تجسس ابھرا وہ آج ہر حال میں اس شہری کو دیکھنا چاہتی تھی۔ اس لئے زاہد کے کھیتوں میں جانے کے بعد وہ چھپتی چھپاتی حویلی کے پیچھے والی سائیڈ پر آ کر مہمان خانے کی کھڑکی سے اندر

دیکھنے لگی۔اس نے کھڑکی کا پردہ خوف سے دبوچ رکھا تھا اگر اسے یہاں کوئی دیکھ لیتا تو۔۔۔۔وہ آگے سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

اچانک اسے وہاں کسی ملازم کے آنے کی آواز سنائی دی تو وہ ڈر سے لرزتی وہاں سے بھاگنے کے بجائے کھڑکی پھلانگ کر اس مہمان خانے میں اتر گئی۔شہری بابو نے انتہائی تحیر سے اس فتنہ حسن رکھنے والی تھر تھر کانپتی دوشیزہ کو دیکھا اور اس کی جانب بڑھا وہ بھی شہری کپڑوں میں ملبوس مسحور کن خوشبوؤں میں بسے شہری بابو کو دیکھ کر سن سی ہو گئی۔

لیکن اسے اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر خوف سے پیچھے ہوئی تو سیدھی بیڈ پر گری اور ہمیشہ حجاب کی مانند دوپٹہ لپیٹے اس فتنہ حسن کو اس دوپٹے کی کھلتی گرہ نے مزید آشکار کر دیا اس سے پہلے کہ وہ شہری بابو اس کے حسن سے مستفید ہوتا اس نے وہاں سے بھاگنے میں ہی عافیت جانی۔لیکن اپنے پیچھے اپنی نشانی چھوڑ آئی اور وہ نشانی تھی دوپٹہ جو اس نے بعد ازاں ایک نوکرانی کو پیسے کھلا کر لانے کے لئے بھیجا تو اس نے دینے سے انکار کر دیا۔

اس شہری بابو کے بقول وہ اس کا دیوانہ ہو گیا تھا اور آگے اس حسین ملاقات کی یاد کو امر کرنے کے لئے وہ دوپٹہ اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا ملازمہ ناکام سی لوٹ کر پیغام دے گئی مگر اس وہم میں مبتلا ہوتی فاطمہ نے مسکراہٹ چھپائی تھی اور اسے روشنی کا دوپٹہ تھما کر لجاتے ہوئے کہا۔

''ان کو کہنا میں بھی ان کی کوئی چھوٹی چیز گلے سے لگائے رکھنا چاہتی ہوں تو وہ دوپٹہ مجھے دیں اور یہ لے جائیں'' فاطمہ نے کپکپاتے ہاتھوں سے اسے پیغام پہنچواتے اس حرکت کے کئی خطرناک پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا تھا۔۔

اور سب سے بڑا خطرناک پہلو یہ کہ وہ پیغام رسانی کرنے والی ملازمہ گل کی خاص ملازمہ تھی وہ شہری بابو شاید اتنی جلدی میں تھا کہ اس کا دیا تحفہ لے جانا بھول ہی گیا اور پھر جو ہوا۔۔۔۔۔ لیکن کیا صرف اس دن یہی ہوا تھا؟

حال

زاہد پسینے سے شرابور حویلی میں آیا اسے اپنے کمرے میں جاتے ایک کالا سا ہیولہ بالکل فاطمہ کی طرح اس کے کمرے میں جاتا دکھائی دیا تو اس کو اپنے اعصاب کھنچتے

محسوس ہوئے تھے اس حویلی سے بہت دور اسے جا کر گاڑنے کا مقصد ایسی ہوتی سرگرمیوں سے پیچھا چھڑانا تھا لیکن اب شاید اس کا مرنے کے بعد ہی پیچھا چھٹنے والا تھا۔

وہ شدید سر درد لئے کمرے میں آیا اور اس نے آتے ہی سوتی ہوئی گل کے بال پکڑ کر اٹھایا وہ سر پر پڑتی آفت کے سبب سسکتی ہوئی اٹھ بیٹھی "تیرا شوہر تھکا ہارا آیا ہے تو یہاں سو رہی ہے" اسے کچھ نہ ملا تو وہ اس پر چلانے لگا گل نے سوئی جاگی کیفیت میں اسے مٹی سے لتھڑے ہاتھوں کے ساتھ چنگھاڑتے دیکھا تو خاموشی سے اپنے بال چھڑاتی کھڑی ہوئی۔

"کہاں مر رہی ہے؟" وہ پھر دھاڑا۔ "چائے بنانے" گل نے دوپٹہ ٹھیک کرتے احترام سے کہا اور کمرے سے نکل گئی زاہد بھی تن فن کرتا شاور کے نیچے آ کھڑا ہوا۔ زاہد نے تھکن سے آنکھیں موندیں اور خود کو پر سکون کرنے لگا لیکن جیسے ہی آنکھیں کھولیں اس کے جسم پر لگی مٹی پانی میں مل کر خون بنتی بہہ رہی تھی وہ جلدی سے کپڑے بدلتا غسل خانے سے نکلا۔

"مار دیا ہے میں نے اسے اور دور گاڑ آیا ہوں" گل نے اس کے ہاتھ میں چائے تھمائی تو زاہد نے رعونت سے کہا تھا۔ گل استہزائیہ مسکرائی لیکن کچھ کہے بنا کمرے سے نکل کر کر جمیلہ کے کمرے میں آئی۔

وہ زخمِ دل و پاؤں لئے چت لیٹی نم آنکھوں سے چھت کو گھور رہی تھی۔ گل کو آتے دیکھ کر منہ پھیرا "ماں۔۔۔۔ تھوڑے سے اور آنسو بہالو بھلا تین دن میں تین اولادوں کو جو کھویا ہے" گل نے مصنوعی تاسف سے اسے دیکھ کر کہا تو جمیلہ نے اسے خشمگیں نظروں سے گھورا۔ پھر اس کے جملے پر غور کیا تو تڑپ گئی وہ تو دو اولادوں کی موت پر جاں بہ لب ہوئی تھی تیسرے کی موت کا غم کیسے سہارتی؟ بھلا نہیں معلوم؟" گل طنزیہ مستفسر ہوئی۔

"بوڑھی جان کو اتنا تڑپاؤ مت میری ہائے لگے گی" جمیلہ روہانسی ہوئی۔
"ہائے۔۔۔۔۔۔" گل نے مصنوعی دہلتے دل پر ہاتھ رکھا اور ہنسی "وہی جس کی حماقت کی وجہ سے یہ سارا شروع ہوا تھا" گل نے بڑے سکون سے جمیلہ پر لفظی بم

پھوڑا۔ وہ سناٹے میں رہ گئیں یعنی وہ ہو چکا تھا جس کا ان کو ڈر تھا اصل میں تو وہ ابتداء ہی سے لاشعوری طور پر فاطمہ کی موت کا پیغام سننے کا ڈر لئے بیٹھی تھی اور وہ ہوئی تھی اب۔۔۔۔۔ان کے بے آواز آنسو گرنے لگے گل ان کو حقارت سے دیکھتی وہاں سے چلی گئی

رات کے آخری پہر گل کی آنکھ کھلی تو اس نے زاہد کو بیڈ پر بیٹھے دیکھا وہ پاگلوں کی طرح ہنستے ہوئے خود سے ہی سرگوشیوں میں ہم کلام تھا اس نیم اندھیرے میں اسے یوں پاگلوں کی طرح سر کھجاتے اور بولتے دیکھ کر گل کی گھٹی گھٹی چیخ نکلی وہ لاشعوری طور پر سرکتی بستر کی پائنتی پر ہوئی۔زاہد نے اس کی جانب دیکھا اور پنجوں کے بل تیزی سے سرک کر اس کے قریب آیا گل نے خوف سے آنکھیں میچ لیں۔

"بھابھو۔۔۔۔" وہ روشنی اور زاہد کی ملی جلی آواز میں ہنستے ہوئے بولا گل کی آنکھیں دہشت سے پھٹیں۔"میں ماں۔۔۔ماں کے پاس جاتی ہوں" وہ تالیاں بجاتا اٹھ کر بھاگا۔گل پہلے تو صدمے سے بیٹھی رہی پھر تیزی سے اس کے پیچھے لپکی۔

زاہد سیدھا جمیلہ کے کمرے کی طرف بھاگا۔

گل لرزتی ہوئی ستون کے پاس ہی رک گئی اندر سے جمیلہ کے دہشت سے چیخنے اور زاہد ور وشنی کی ملی جلی آوازوں میں ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں گل لرزتی ہوئی ہمت مجتمع کرتی جمیلہ کے کمرے کی طرف بڑھی کمرے کے پاس آکر گل کی دبی دبی چیخ خارج ہوئی۔

زاہد بالکل روشنی کے انداز میں بیٹھا جمیلہ کا پاؤں اپنی جانب کھینچ رہا تھا اور وہ درد سے کراہتے گل کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی گل کو گونا گوں ان پر ترس آیا لیکن وہ اگلا منظر دیکھ کر دہل گئی۔ کیونکہ زاہد اس کی ٹانگ پر سے پٹی نوچ نوچ کر اتارنے لگا تھا۔

زاہد جمیلہ کی پٹی نوچ نوچ کر اتار رہا تھا اور جمیلہ ہراساں ہو کر مچل رہی تھی گل کپکپاتی ہوئی ایک قدم آگے بڑھاتی تو اگلے ہی لمحے وہی قدم پیچھے لے لیتی۔ زاہد کے پٹی نوچنے کی وجہ سے جمیلہ کے زخم سے دوبارہ خون بہنے لگا تھا۔۔۔۔ زاہد نے بھوکی نظروں سے اس کے کھلے زخم کو دیکھا اور اس زخم پر اپنے دانت گاڑ دیئے جمیلہ

کی فلک شگاف چیخ گونجی۔ گل نے کراہیت سے یہ منظر دیکھا اب آگے بڑھنا ناگزیر ہو گیا تھا۔اچانک پیچھے سے آکر گل کے ہاتھ میں پھوپھی نے خنجر دیا۔ "امی" وہ گلوگلیر لہجے میں کہتی حیران ہوئی۔

"ماردے اس کو ورنہ بدلہ سہی سے نہ لینے کا غم رہے گا" پھوپھی نے حقارت سے جمیلہ اور زاہد کو دیکھتے ہوئے کہا۔ گل کو جیسے سب یاد آگیا۔اس نے اثبات میں سر ہلاتے اپنی نم آنکھیں پونچھیں اور لرزتے ہوئے آگے بڑھی اب اس کے قدموں میں لرزش ضرور تھی مگر جمیلہ کے لئے ترس ہر گز نہیں۔ جمیلہ درد و دہشت سے بے ہوش ہو چکی تھی۔

زاہد کے سر پر پہنچ کر اس نے وہ خنجر پوری طاقت سے زاہد کی پشت میں اندر تک اتار دیا۔ زاہد کے ہاتھ سے جمیلہ کا پاؤں چھوٹ کر بیڈ پر گرا اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ پھوپھی آگے بڑھ کر جمیلہ کے پاؤں کی دوبارہ مرہم پٹی کرنے لگی تو ان کی چیخ نکلی۔ کیونکہ زخم بری طرح نوچ کر کھالیا گیا تھا۔

پھر بھی اس نے لرزتے ہاتھوں سے روئی کا ڈبہ اٹھاتے اس کے زخم میں روئی بھر کر پٹی کر دی۔ گل گہرا سانس لیتی مڑی تو اس نے اپنے پیچھے کھڑے عابد کو مسکراتے دیکھا۔ جواباً وہ بھی مسکرائی اور عابد کے اشارے پر کمرے سے باہر آ گئی۔

پھوپھی نے یہ منظر دیکھ کر ان دیکھا کر دیا تھا۔ گل باہر آ کر ستون سے ٹیک لگائے عابد کو محبت پاش نظروں سے دیکھنے لگی۔ "دیکھا میں نے کہا تھا ناں وہ سفوف کام کر جائے گا" عابد نے فرضی کالر جھاڑے۔ گل طنزیہ مسکرائی۔
"کاش تم ایسا کچھ تب کر لیتے جب وہ روشنی کو قتل کر رہا تھا" گل نے طنزیہ کہا عابد کی آنکھوں سے شعلے نکلے۔

"روشنی کہاں سے آ گئی؟" وہ بھڑکا گل سر جھٹکتی آگے ہوئی اور اس کے چوڑے سینے پر دلربانہ انداز میں ہاتھ رکھے اس کے قریب آئی۔ "غصہ چھوڑو تمہیں چائے بنا کر پلاتی ہوں" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی اور وہاں سے کچن کی جانب بڑھی عابد مسکرا کر واپس جمیلہ کے کمرے میں آیا۔

جمیلہ کو ہوش آچکا تھا اور وہ زاہد کے وجود کو دیکھتی ہچکیوں سے رو رہی تھیں جب جمیلہ نے عابد کو دیکھا تو تڑپ کر اپنی بانہیں وا کر دیں۔

"کفن دفن کا بندوبست کرنا ہے ماں۔۔۔۔"اس نے جمیلہ کی کھلی بانہیں نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بات شروع کی۔ جمیلہ کو اس کے اتنے نارملی بات کرنے اور اپنی نظر اندازی پر اس کا دل ساکت گیا تھا۔

"جیسے باقی تین کو بنا کفن دفن کئے بھول گئے اس طرح اسے بھی بھول جاؤ" جمیلہ تلخ ہوئی۔ پھپھو استہزاہیہ مسکرائی۔

"اس گھر کے مکین کچھ کر کے یاد رکھتے کب ہیں؟ پھوپھی نے بھی جواباً تیر اندازی کی جمیلہ اس طنز پر بلبلا اٹھی۔ عابد ملازموں کو انتظام کرنے کا کہتا کمرے سے نکل گیا

ماضی

جمیلہ ظہر کے بعد کھانے کا اہتمام دیکھنے باورچی خانے میں آنے لگی تو باورچی خانے کی دہلیز پر ہی اس نے ملازمہ کو زاہد کے ساتھ نہایت شرمناک حالت میں دیکھا۔ وہ اپنے آپ میں اتنا مگن تھے کہ انہیں کسی کے آنے کا احساس ہی نہ ہو سکا۔

جمیلہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتی وہیں سے مڑ گئیں یہ ان کی بے غیرتی تھی یا کمزوری لیکن وہ اپنے اس بیٹے کو کچھ کہہ نہیں سکتی تھیں۔ "ماں جی زاہد وہ ملازمہ اور۔۔۔۔۔۔۔" ایک ایسا ہی منظر جب گل نے دیکھا تو وہ لہولہان دل لئے جمیلہ کے پاس آئی تھی۔

"بہو کتنی بار کہا ہے شوہر سر کا سائیں ہوتا ہے اس کا نام نہیں لیتے" انہوں نے تخت پر لیٹے لیٹے ناگواری سے کہا۔ "لیکن ماں جی۔۔۔۔" گل نے ان کے انداز کی ناگواری کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنی تکلیف بیان کرنا چاہی تو جمیلہ نے ہاتھ اٹھا کر روکا۔

"بس۔۔۔۔۔ اتنا واویلا کیوں کر رہی ہو مرد ہے تم ایسی باتوں سے روکو گی تو ضد میں آکر چھوڑ دے گا اور یہی کام دن دہاڑے کرے گا اس نے چھوڑ دیا تو اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ کہاں دردر بھٹکو گی" جمیلہ نے وہاں سے باغیچے میں کھڑی ملازماؤں کی طرح پودوں کی کانٹ چھانٹ کرتی اس نے پھوپھی سکینہ کی جانب اشارہ کیا تھا اپنی بیٹی کی تڑپ اور حق تلفی وہ بھی دیکھ رہی تھیں مگر مرتی کیا کرتی گزارہ کر رہی تھی

دوسری طرف گل نے ان کا کھٹور پن دیکھتے جھٹ اپنے آنسو پونچھے تھے اور دل میں ایک عزم کرتی کھڑی ہو گئی۔

کچھ دنوں بعد جمیلہ نے عابد اور گل کو شرمناک حالت میں پایا اور دل پر ہاتھ رکھا غصے سے بھبھکتے جمیلہ نے گل کے منہ پر تھپڑ مارا اور گل گال پر ہاتھ رکھے زہر خند سا مسکرائی۔۔۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ اور طمانچہ رسید کرتیں عابد نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ سختی سے جھٹکا وہ لڑکھڑائیں۔

"اگر آئندہ یہ ہاتھ اٹھانا تو۔۔۔" وہ شاید ماں ہونے کا لحاظ کرتا کچھ سخت کہے بنا وہاں سے چلا گیا۔ گل فتنے سے مسکراتی جمیلہ کے پاس آئی وہی جمیلہ جو ہکا بکا اپنے بیٹے کو جاتے دیکھ رہی تھیں۔

"کچھ کہنا مت ماں جی مرد ذات ہے ایسا تو کرے گا ہی اگر ضد میں آ کر آپ کو چھوڑ دیا تو دن دہاڑے کرے گا وہ سب جو وہ چھپ کر کرتا ہے" وہ جمیلہ کے ہی الفاظ ردوبدل کے ساتھ ان کو سناتی وہاں سے ہنستے ہوئے چلی گئی۔

پھر وہ دن بھی آیا جب فاطمہ نے ملازمہ کے ہاتھ دوپٹہ بھجوایا تھا اور وہ سب باتیں جمیلہ نے سن لی تھیں جمیلہ جو اپنے بچوں کو بہت مضبوط کردار والے سمجھ کر زمین پر رعونت سے چلتی تھی آج بھر بھری مٹی کی طرح ڈھنے لگی مگر اس سے پہلے ہی وہ کچھ سوچ چکی تھی اس نے ملازمہ کو رازداری سے بلا کر روشنی کے دوپٹے کی جگہ گل کے دوپٹے کو اس شہری بابو کو دینے کے بجائے اس کے بستر پر رکھنے کے لئے کہا۔

تھوڑی پس و پیش کے بعد ملازمہ زیادہ پیسوں کی لالچ میں گل کے کمرے میں بیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر شہری بابو کے وہاں سے نکلتے ہی بیڈ پر رکھ آئی مگر وہ ملازمہ بھی یہ بھول گئی کہ گل جو پھوپھی کو ہمراہ لئے زاہد کی اجازت لے کر اسی کے سامنے ہی حویلی سے پھوپھی کو اس کی دور کی بہن سے ملوانے گئی تھی۔۔۔۔۔۔اور اتنی پکی منصوبہ بندی کے باوجود وہ اس الزام سے بری تھی۔۔۔۔۔اور زاہد کے کھیتوں سے لوٹنے کے بعد جب مہمان خانے میں اسے وہ دوپٹہ دکھائی دیا۔ تو وہ تن فن کرتا سیدھا اپنی ماں کے سر پر آ کھڑا ہوا۔

"یہ مہمان خانے کیسے گیا؟" زاہد کے اتنے سخت استفسار پر جمیلہ سہم سی گئیں انہوں نے سوچا کچھ تھا اور ہو کچھ اور گیا تھا زاہد کے آنے سے پانچ منٹ پہلے ہی اسے ملازمہ نے آ کر گل کے گھر میں نہ ہونے کا بتایا تھا اب وہ الزام ملازماؤں پر لگاتی تو ملازمہ نے سب کھول دینا تھا اس لئے سہمی سی کھڑی جمیلہ نے فاطمہ کو بچانے کے لئے روشنی کا نام لے دیا تھا چاہے لاکھ وہ اسے اپنی اولاد کہتیں مگر سگی اولاد سگی ہی ہوتی ہے اور جمیلہ نے یہ آج ثابت کر دیا تھا۔۔۔

حال

حویلی میں جنازے کی چارپائی کے پاس ہوتی سہمی سرگوشیاں ایک خوف ناک سا ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔ محلے کی عورتیں بہت ہی کم آئی تھیں اور جتنی آئی تھیں ان سب کے چہروں پر بھی ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ جنازہ جانے کے لئے تیار ہوا تو پھوپھی جمیلہ کو سہارا دیئے حویلی کے صحن میں لے آئی۔ جمیلہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ رہی تھیں۔

''کاش تم وہ نہ کرتیں جمیلہ'' پھوپھی نے دل شکن شکوہ کیا۔ ''مانا وہ تمہاری سگی بیٹی نہیں تھی لیکن ایک ماں کی طرح تم نے بھی تو پالا تھا ناں'' سکینہ پھوپھی کا لہجہ چکنا چور تھا'' مگر پھر بھی امجد کی تو تجہیز و تکفین نہ کر سکی لیکن میں نے زاہد کی تمام شرعی اصولوں کے ساتھ تجہیز و تکفین کی ہے تاکہ اس کی روح بے چین نہ ہو۔

''نہ آہ۔ہ۔ہ۔ہ'' جمیلہ نے سامنے دیکھتے ہوئے ایک فلک شگاف چیخ ماری تھی معاً زاہد کی جنازے کی چارپائی بری طرح ہلنے لگی۔ روشنی جنازے کی پائنتی پر کھڑی زور زور سے چارپائی کو ہلا رہی تھی۔

''وہ دیکھو۔۔۔وہ وہ روشنی میری بیٹے کو ستا رہی ہے وہ دیکھو'' جمیلہ پاگلوں کی طرح جنازے کی چارپائی کی طرف انگلی اٹھا اٹھا اشارہ کرنے لگی جنازے کی پارپائی کی پاس بیٹھی خواتین بدک کر پیچھے سرکنے لگیں جیسے وہ بہنوں کے ہاتھ لگانے پر بدکتا تھا۔جنازے کی چارپائی ہلتی دیکھ کر پرسہ دینے آئی سب خواتین دہشت سے پیچھے ہٹی تھیں۔ سب ملازمین توبہ توبہ کرتے کانوں کو ہاتھ لگاتے وہاں سے دور ہٹے۔

گل جو جنازے کی چارپائی کی پائینتی پکڑے گاؤں والوں کے سامنے مجہول سا حال بنائے بیٹھی تھی لرزتی ہوئی کھڑی ہوئی اور جیسے وہاں سے دور ہٹنے لگی مردہ زاہد نے اس کی سمت منہ کر کے ایک چیخ ماری۔

گل کی آنکھیں دہشت سے پھٹیں۔وہ چیخ زیادہ زوردار نہیں مگر دردناک ضرور تھی۔جہاں کچھ کمزور دل عورتوں پر غشی طاری ہوئی ایک چیخ کے بعد اب ماحول پر سکوت طاری تھا گل تھر تھر کانپتی ستون سے جالگی جہاں سب اس سکوت میں اپنے دل کی دھڑکنیں بھی سن سکتے تھے۔

وہیں جمیلہ جنازے کی چارپائی کے ساتھ روشنی کو ٹیک لگائے یک ٹک دیکھ رہی تھی۔اچانک روشنی وہیں سے گھٹنوں کے بل جمیلہ کی طرف دوڑی تو وہ سکینہ سے خود کو چھڑاتی ہراساں سی پیچھے کی طرف بھاگی تھیں مگر صد افسوس پاؤں پر لگے زخم کی وجہ سے تین چار قدم چل کر گر گئیں ان کے بالکل سامنے روشنی کی روح نے اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں معصومیت سے اپنا چہرہ رکھا تھا۔۔۔۔

ان کی آنکھوں سے بے بسی کے عالم میں آنسو بہنے لگے تھے سکینہ نے انہیں اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔

''میت کو عذاب ہو رہا ہے''ایک عمر رسیدہ عورت نے کہا''مردوں کو کہو کہ جتنی جلدی ہو دفنا آئیں''''ان حویلی والوں نے نجانے کیا گناہ کیا ہے کہ اتنا بڑا عذاب آرہا ہے؟''وہاں موجود ایک اور عورت نے اپنے ساتھ کھڑی دوسری عورت کو دیکھ کر کہا اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''گناہ تو کیا تھا اپنی اللہ لوک بیٹی پر کاری ہونے کا الزام لگا کر ذبح کر دیا تھا بے چاری کو۔۔۔تب سے یہ سب شروع ہوا ہے''دوسری نے انکشاف کیا کافی آوازیں ایک ساتھ گونجیں سکینہ اور گل خاموش کھڑی آج کچھ بولنے کے قابل بھی نہ تھیں۔

پہلے جہاں ان سب کے منہ ان کے رعب و دبدبے کے سامنے کھل نہ پاتے تھے آج پھٹ رہے تھے''غلطی فاطمہ کی تھی وہ گئی تھی اس شہری بابو سے ملنے

اوطاق میں اور چیزی اُدھر روشنی کی رکھوادی تاکہ سارا الزام اس بھولی اللہ لوک پہ آجائے‘‘اس نے دلگرفتگی سے انکشاف پر انکشاف کیا۔

جمیلہ اٹھ کر اس کے منہ کو سی دینا چاہتی تھی لیکن اب کیا کرتی جس اولاد کی عزت کو بچانے کے لئے جمیلہ نے اتنی چالیں چلی تھیں اب وہ بچے تو کیا رہتے ان کی عزتیں بھی نہیں رہی تھیں۔

’’بھولن بتا رہی تھی مجھے کہ اس دن بڑی بے رحمی سے ذبح کیا بے چاری کو‘‘اس عورت نے مزید کہتے کانوں کو ہاتھ لگائے’’جھمری کو سب پتا تھا جھمری کو ہی تو پیسے دے کر دوپٹہ رکھوایا تھا جب اس نے بتانے کی کوشش کی تو سردارنی اور چھوٹی بی بی نے اپنے بھولن کے میاں کو کہہ کر اس کو غائب ہی کروادیا‘‘

یہ انکشاف سکینہ اور گل کے لئے بھی نیا تھا انہوں نے تڑپ کر جمیلہ کو دیکھا۔ وہ ان کی آنکھوں میں چھپی نفرت کو سہہ نہ سکیں۔’’وہ تو بھاگی نہیں تھی؟‘‘ کئی حیرت و غصے میں ڈوبے سوال اٹھے۔

''کہاں۔۔۔وہ جھمری تو غائب ہے اور ہے کہاں کیا پتا؟''اس نے ہاتھ لہرائے بھولن جو اپنے بھولے پن میں اس عورت کے سامنے سب اگل چکی تھی جلدی سے وہاں سے کھسکی لیکن اب وہ شاید بھول چکی تھی کہ ان حویلی والوں کا رعب و دبدبہ جھاگ کی طرح بیٹھ چکا ہے۔

اسی وقت ایک ملازمہ نے سب کو وہاں سے ہٹایا۔کیونکہ مرد حضرات میت لینے آرہے تھے وہ افسوس و نفرت سے سر ہلاتی پیچھے ہٹ گئیں میت کو اٹھایا جا چکا تھا جمیلہ اپنے بیٹے کا آخری دیدار بھی نہ کر سکیں۔

سکینہ جمیلہ کے سامنے بیٹھیں تھیں اور زہر خند لہجے میں بولی

''کاش میری بیٹی روشنی کو اپنی بیٹی کہنے سے پہلے تم اپنی اصلیت دکھا دیتیں بھابھی''نجانے کتنا درد اپنی آواز میں سو کر کہا گیا تھا وہی درد جو ایک ماں کی آواز میں ہوتا ہے جمیلہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں

ماضی

روشنی کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا جارہا تھا اس کی چیخوں سے در و دیوار گونج رہے تھے جھمری دوڑتے ہوئے فاطمہ کے پاس آئی۔ ""بی بی وہ سارا الزام لیونی پر آ گیا ہے۔ آ۔آپ کچھ کیجئے ناں"" وہ لرزتی ہوئی گلو گیر آواز میں بولی جان پر تو فاطمہ کی بھی بنی تھی۔

""میں۔۔۔۔میں کیا کر سکتی ہوں؟"" ""وہ ماردیں گے اس کو چھوٹی بی بی"" جھمری روہانسی ہوئی۔فاطمہ نے پردے کو پکڑ کر صحن کا منظر دیکھا وہ دل دہلا دینے کے لئے کافی تھا اس نے وہ پردہ اپنی انگلیوں میں دبوچ لیا وہ ابھی بھی سچ بتا سکتی تھی لیکن اپنی جان کسے پیاری نہیں ہوتی۔

جھمری تڑپ کر قریب آئی ""کچھ کرو چھوٹی بی بی"" جھمری کے دل میں ابھی بھی خوف تھا۔ ""میں بے بس ہوں"" وہ سختی سے بولی۔ بھلا جان کسے پیاری نہیں ہوتی۔ ""ٹھیک ہے چھوٹی بی بی میں جا کر بتاتی ہوں"" جھمری نے لرزتے ہوئے پہلی

باریوں بات کی تھی اور اس سے پہلے کہ جھمری کمرے کی دہلیز پار کرتی اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا واز اس کے سر پر مارا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ بعد میں فاطمہ نے جمیلہ کو سب بتا کر بھولن کے میاں کے ذریعے اسے ہی غائب کروا دیا تھا۔۔۔۔
یہ تھی فاطمہ کی غلطی۔۔۔۔

حال

جنازہ لے جایا جا چکا تھا سب پرسہ دینے آئے مہمان واپس نہ آنے کے لئے جا چکے تھے کیونکہ جیسے حالات اب اس حویلی کے تھے اب گاؤں والے عابد کو پنچائیت کی سرداری کیا مری ہوئی گدھی بھی نہ دیتے۔۔۔۔ رعب و دبدبہ تو ایک طرف عزت بھی پتلی گلی سے رخصت ہو گئی تھی۔

رات میں عابد سر پکڑے بیٹھا گل اس کے سامنے کھڑی تھی۔ سکینہ ملازمہ کے ہاتھ چائے رکھواتی ان دونوں کو کو غصیلی نظروں سے دیکھتی وہاں سے چلی گئی گل کو ان کی نظروں سے شرمندگی ہوئی اور اپنی چائے اٹھالی ساتھ میں عابد کو بھی پکڑائی چائے کی خالی پیالی رکھتے ہوئے عابد نے گل کو دیکھا۔

''تمہاری عدت شروع ہو چکی ہے'' عابد نے سختی سے کہا ''یوں منہ اٹھا کر میرے سامنے نہ چلی آیا کرو'' ''کیوں؟'' گل کے لہجے میں استہزاء تھا۔ ''یہ منہ غلیظ اور کالا لگتا ہے مجھے'' وہ بھڑکا۔ ''خود کو بھی آئینے میں دیکھ لینا تھا تو ایک معصوم جان کا خون بھی نظر آ جاتا جو میرے چہرے پر نہیں ہے'' گل نے دوبدو جواب دیا۔

''بکواس بند کر اپنی'' وہ دھاڑ کر اس کا گلہ دبانے کو ہوا۔

''مری ہوئی غیرت جاگ گئی'' گل نے اس سے پہلے ہی اسے دھکا دیا تھا ''مجھے مارنے سے سرداری نہیں ملنے والی'' وہ طنزیہ بولی وہ دوبارہ اٹھ کر اس کی طرف شیر کی طرح جھپٹنے لگا تو گل انگلی اٹھا کر چلائی۔

''یاد رکھو عابد یہ جو تم پولیس اور ایرے غیروں کے منہ کو میری بہن کے قتل کا خون لگا کر آئے ہو ناں اب اس خون کا ذائقہ ختم سمجھو۔ تمہاری بہن نے جو جھمری کو غائب کروایا تھا ناں اب گاؤں والے ان کے پیچھے لگے ہوئے اور حافظ منیب کو تو سرداری چاہیے ہی چاہیے اس لئے اس کی مدد کی امید سے نظریں ہٹالو۔

جہاں تک رہی میری بات تمہیں پھانسی دلوانے کے لئے میری اور امی کی گواہی کافی ہو گی ناں؟'' وہ آخر میں کہتی اس کے چہرے کا خون نچوڑ گئی تھی عابد لڑکھڑاتا پیچھے کو بستر پر ڈھے سا گیا چند ہی سیکنڈز میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے اس کے منہ سے خون نکلنے لگا۔ گل ڈر کر پیچھے ہوئی سکینہ کی غصیلی نظروں کی اسے اب سمجھ آئی۔

پولیس اسٹیشن

اس نیم اندھیرے کمرے میں سامنے بیٹھا انسپکٹر چندھی آنکھوں سے سر جھکائے بیٹھی بوڑھی کی باتوں کو سنتا سوچ رہا تھا کہ پاکستان میں نجانے آج بھی کتنے علاقے ہیں جہاں پولیس والوں کو پہنچنے سے پہلے ہی پیسہ دے دلا کر فارغ کر دیا جاتا ہے جہاں سرداری کے نام پر لوگ خود کو خدا بنا بیٹھے ہیں اور تو اور رشتے اتنے آسانی سے مسلے جا سکتے ہیں انسپکٹر فہد نے اس کے جھکے سر کو دیکھ کر بوجھل سا ہنکارا ابھرا اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتا ایک کانسٹیبل سیلوٹ مارتا اندر آیا۔

"بی بی کی بتائی جگہ پر دو لاشوں کے علاوہ کھدائی کر کے ایک مسخ ہوتی لاش ملی ہے جبکہ مرحوم قاتل زاہد کے ساتھ جرم میں شریک شامل دو ملازموں کی نشاندہی پر حویلی سے دور زمین میں فاطمہ بی بی کی لاش ملی ہے گاؤں والوں سے ہم نے پوچھ گچھ کی ہے اس کے تناظر میں تو جتنی بھی اموات ہوئی ہیں سب قتل ہی ہوئے ہیں۔

ان میں سے صرف قاتل و مقتول زاہد کو دفنایا گیا ہے باقی سب کی لاشیں پوسٹ مارٹم کے لئے بجھوادی گئی ہیں امجد اور جھمری تاحال لاپتہ ہیں اور گاؤں والوں کے بقول امجد مر چکا ہے گاؤں والوں کی عجیب عجیب قیاس آرائیوں کے باوجود ان دونوں کی تلاش جاری ہے۔

حویلی میں ایک بوڑھی عورت بھی ملی ہے جس کا دماغی توازن درست نہیں اور پاؤں پر گہرا زخم ہے اس کو ہسپتال داخل کروادیا ہے" کانسٹیبل رفیق نے رپورٹ پیش کی اور جس طرح واپس آیا تھا فہد کے اشارے پر اسی طرح پلٹ گیا۔

"اتنے خون۔۔۔؟ کون قاتل ہے کون مقتول کس کے ساتھ زیادتی ہوئی کس کے ساتھ ظلم کتنا پیچیدہ فیصلہ ؟اور اتنا پیچیدہ فیصلہ معلوم ہے کب ہوتا ہے ؟" فہد نے افسوس سے کہتے استفسار کیا تھا سکینہ نے اسے خالی نظروں سے دیکھا۔

"جب ہم اپنے ساتھ ہوئے ظلم پر خود خدا بن کر بدلہ لینا چاہتے ہوں اور پھر سوچیں کبھی ظالم و مظلوم میں فرق کیا رہ جاتا ہے ؟"" ان دونوں نے میری تربیت اور عزت کو رول دیا تھا گل نے اپنی ماں کی تربیت کو گالی بنادیا اور عابد بھی تو میری روشنی کے قتل میں شریک تھا مجھے یہ سب ختم کرنا تھا ہر حال میں" سکینہ نے غصے سے کہا اور پھر خود کلامی کرتے ہوئے اسے اپنا دامن دکھانے لگی

"یہ خون و غلاظت سے بھرا ہوا ہے یہ دیکھو۔۔۔یہ یہ۔۔۔یہ سب" فہد کی زندگی میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا قتل تھا جس میں سب قاتل اپنے آپ مارے گئے تھے اور ایک قاتلہ خود پیش ہوئی تھی فہد نے اس کی مجہول حالت دیکھتے شرمندگی سے سر جھکا لیا اگر وہ پہلے قتل پر ہی پیسے کھانے کے بجائے ایکشن لے لیتا تو شاید ایسا نہ ہوتا۔۔۔

رات کا سناٹا اپنے عروج پر تھا اور اس سناٹے میں کدال مارتے دو ملازم کانپ رہے تھے اچانک ہانپتے کانپتے ملازموں میں سے ایک کی دبی دبی چیخ سنائی دی تو سکینہ قریب آئی اور روشنی کا مسخ ہوتا ہاتھ دیکھ کر سناٹے میں رہ گئی۔ کھدائی کرتے ہوئے اس کا ہاتھ باہر نکل آیا۔ سکینہ کی آنکھیں نم ہوئیں اس نے بے اختیار جھک کر اس ہاتھ پر بوسہ دیا اور ماتھے سے لگا یا اسے روشنی کی آہیں سنائی دی تھیں اور ان آہوں کو اس نے ساری زندگی کے لئے اپنے ذہن میں نقش کر لیا اور کچھ سوچتے ہوئے ملازموں کو ان دونوں لاشوں کو گاڑنے سے روک دیا تھا وہ یہ سب ختم کرنا چاہتی تھی

مغرب کے بعد کا وقت ہو چلا تھا اتنی دور سے سفر کر کے آتے صفور نے تھک ہار کر حویلی کے پاس رک کر اپنا بیگ نیچے رکھا اور جھک کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھے اور سستانے لگا۔ اور سر اٹھا کر ایک نظر حویلی کو دیکھا۔ اندھیرے میں ڈوبی اتنی بڑی حویلی کے سامنے یہ سنسان راستہ بھی دل پر ہیبت طاری کر رہا تھا صفور نے اندھیرے میں ڈوبی حویلی کی کھڑکیوں کے باہر بنی بالکونی میں ایک لڑکی کو گھٹنوں

میں سر دیئے بیٹھے دیکھا۔ صفور نے کچھ غیر معمولی سا محسوس کر کے اس نے حفظ ماقدم کے طور پر بیگ اپنے کندھے پر رکھا اور دو قدم پیچھے ہوا اچانک وہ سر اٹھا کر اسے مسکرا کر دیکھنے لگی صفور کے لئے یہ مسکراہٹ دل دہلا دینے کے لئے کافی تھی وہ کانپ کر رہ گیا اور وہیں بے ہوش ہو گیا۔

ختم شُد